شعری مجموعہ

تونے ھمیں چاھے

شاعرِ معرفت

حضرت اقدس خالد اقبال تائب صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مُجازِ بیعت

شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُعائیں دی ہیں مجھ کو صاحبِ گلشن نے گلشن میں
سرِ شاخِ غزل تب جا کے مہکا ہے سخن میرا

مجموعہ کلام

تُو نے ہمیں چاہا ہے

شاعرِ معرفت

حضرت اقدس جناب **خالد اقبال تائب** صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مُجازِ بیعت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ **حکیم محمد اختر** صاحب دامت برکاتہم

نام کتاب : تُو نے ہمیں چاہا ہے

شاعر : حضرت خالد اقبال تائب صاحب دامت برکاتہم

کمپوزنگ / ناشر : بزمِ احبابِ تائب

اشاعتِ اوّل :

تعداد : ایک ہزار

ملنے کا پتہ

کتب خانہ مظہری، بالمقابل خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال نمبر۲

بیت الکتب، بالمقابل خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال نمبر۲

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، نزد چڑیا گھر لاہور

جامعہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنجاٹہ مظفر آباد آزاد کشمیر

مسعودی جنرل اسٹور مظفر آباد آزاد کشمیر

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

D-238 بلاک 4 فیڈرل بی ایریا کراچی

Tel : 021-6803517, Mobile : 0321-2707368,
0321-8997067, 0322-2023756
www.mahfiletaib.com

انتساب

وہ جس کے نام مری زیست انتساب ہوئی
کتاب گر یہ ہوئی بھی تو کیا کتاب ہوئی

کرم خدا کا، دُعا شیخ کی، نصیب مرا
یہ میری کوششِ پیہم جو کامیاب ہوئی

مقامِ شکر کہ حضرت کی آہِ بے آواز
مرے کلام کی صورت میں دستیاب ہوئی

زہے نصیب دبستانِ شیخ کے صدقے
ہماری فکر بھی اب شاملِ نصاب ہوئی

حقیقتوں کی امیں ہے کہ شاعری میری
صداقتوں کے حوالے سے فیضیاب ہوئی

ہے دردِ دل بھی دوا بھی کتاب میں تائبؔ
دُعا تمہارے مسیحا کی مستجاب ہوئی

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

HAKIM MUHAMMAD AKHTAR

NAZIM
MAJLIS-E-ISHATUL HAQ

KHANQAH IMDADIA ASHRAFIA
ASHRAFUL MADARIS
GULSHAN-E-IQBAL-2, KARACHI.
P.O.BOX NO. 11182
PHONES : 461958 - 462676 - 4981958

حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ
ناظم: مجلسِ اِشاعۃُ الحق
خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ/اشرفُ المدارس
ایس ٹی ۱-اے، گلشن اقبال بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲
فون: ۴۶۱۹۵۸-۴۶۲۶۷۶-۴۹۸۱۹۵۸

محبی المکرم خالد اقبال تائب سلمہٗ کے تیسرے مجموعۂ کلام "تو نے ہمیں چاہا ہے" کی اشاعت کی خبر سے بہت مسرت ہے۔ ان کا کلام ان کے دردِ دل کی آواز ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کا خزینہ ہے اور ہمارے بزرگوں کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں اور ہم سب کو تادم آخر اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر جما کر رکھے آمین یا رب العالمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ
مطابق ۱۸ نومبر ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ !

جس طرح زبان و بیان اور خامۂ وقلم اللہ کی نعمت ہے، ٹھیک اسی طرح شعروشاعری اور نظم وقافیہ بھی قدرت کی عطا اور نعمت الٰہی ہے۔

بلاشبہ بہت سے اشعار حکمت وموعظت کا خزانہ اور علم وعرفان کا سمندر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جہاں تاثیر وتاثر میں موٹی موٹی کتابیں کچھ نہیں کرپاتیں، وہاں ایک آدھا مصرعہ مخاطب کو گھائل کرجاتا ہے، اسی طرح بعض اوقات جمود کی وہ برف جو کسی طرح پگھلنے کا نام نہیں لیتی وہ ایک آدھ شعر سے پانی ہوجاتی ہے۔

الغرض شعر وسخن ایک خداداد صلاحیت اور ملکہ ہے، اگر کچھ لوگ اسے غلط استعمال کرکے اس سے ماحول ومعاشرہ کے بگاڑ کا کام لیتے ہیں تو کچھ اللہ کے بندے اس عطیہ الٰہی سے انسانیت کی صلاح وفلاح اور ماحول ومعاشرہ کی درستگی کا نبوی کام لیتے ہیں۔

پیش نظر شعری مجموعہ: ''تونے ہمیں چاہا ہے'' بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ جو خالص اصلاحی اور پاکیزہ کلام ہے، جس کے ایک ایک شعر بلکہ ایک ایک مصرعہ میں درسِ عبرت کے انمول خزانے پنہاں ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ مجموعہ شاعر معرفت عندلیب گلشن حضرت خالد اقبال تائب دامت برکاتہم کے کلام پر مشتمل ہے اور انہیں عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔

جناب خالد اقبال صاحب کے اس سے قبل بھی کئی شعری مجموعے منصۂ شہود پر آکر عوام وخواص سے دادِ تحسین حاصل کرچکے ہیں۔ خدا کرے یہ مجموعہ بھی اصلاح خلق کا ذریعہ ہو اور صاحبِ کلام کی طرح ناشرین کے لئے بھی باعث نجات آخرت بنے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(مولانا) سعید احمد جلال پوری

۲۵/۱/۱۴۳۰ھ

مدیر ماہنامہ ''بینات'' کراچی

انچارج شعبہ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کراچی

۲۵/۱/۱۴۳۰ھ

حضرت اقدس مفتی محمود الحسن مسعودی دامت برکاتہم

رئیس جامعہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنجاٹہ مظفر آباد آزاد کشمیر

خلیفہ مُجازِ بیعت

حضرت اقدس مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ صاحب الجلالہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ صاحب الرسالہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد ! عارف باللہ رومیٔ ثانی ساقیٔ عصر طبیبِ عصر مُجدّدِ عصرِ حاضر شیخ العرب والعجم حضرت اقدس حضرتِ والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ متعنا اللہ لطولِ حیاتہ دام ظلالہم علینا الی مائۃ وعشرین سنۃ کے خلیفۂ مجازِ بیعت میرے مخدوم ومحبوب محسن ومشفق محترم ومکرم ذو المجد والکرم شاعرِ معرفت حضرت تائب صاحب دامت برکاتہم العالیہ جنکی خانقاہ حاضری پر ان کے شیخ ومُربی اکثر ارشاد فرمایا کرتے "تائب تمہاری یاد سے تائب نہیں ہوں میں" کا جدید مجموعۂ کلام معرفت "تو نے ہمیں چاہا ہے" "صبح ہونے والی ہے اور تم اپنی قید میں رہے تو" کے بعد تجلّیاتِ جذب واجتبائی شان لئے منظرِ عام پر آرہا ہے حضرت شاعرِ معرفت مدظلہٗ سے میری عقیدت ومحبت اور حضرت کی مجالس (خواہ کشمیر کا مانسہرہ ایبٹ آباد لاہور اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی کی ہوں یا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کی) میں استفادہ کے موقع پر بندہ کی دیدنی وارفتگی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان مبارک منظوم مواعظ کی نسبت بالتفصیل خامہ فرسائی کروں لیکن اپنی کم مائیگی وبے بضاعتی کیساتھ ساتھ تحریر سے عدم مناسبت اور اپنی مسلسل

علالت و اسفار کی طوالت بھی اس امر سے مانع ہے اس کلام معرفت کی شنید و خواند سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی قصد و ارادہ کا نتیجہ نہیں کہا ہوا نہیں ہے بلکہ کہلوایا گیا ہے اس کے مضامین اترے ہوئے ہیں۔ اس کے از دل خیزد کا علم سامعین و مستفیدین کو بر دل ریزد سے ہوتا ہے رنگِ کلام بالکل منفرد حقیقی محبت درد و گداز کا ترجمان جذبات و انداز بیاں میں پاکیزہ و شیریں و دلکش سوز و مستی وارداتِ قلبی سے معمور اور ہر ہر شعر بادۂ معرفت کا چھلکتا ہوا جام معلوم ہوتا ہے اس کلام معرفت کو ایک بار سن کر بار بار سننے اور ایک بار پڑھ کر کئی بار پڑھنے کا داعیہ ابھرتا ہے خیال کی نئی گرہیں اور شعور کے نئے دریچے کھلتے ہیں حضرت شاعر معرفت مدظلہ کی شاعری آفاقی بھی ہے الہامی بھی۔ ترکِ تمنا کو عینِ تمنا قرار دینا عاشقانہ مزاج کی نزہت و پاکیزگی کا وہ درجۂ بلند ہے جو بہت ہی کم کسی کو حاصل ہوتا ہے حضرت کی شاعری اسی جذبۂ بلند پر قائم ہے۔

ہمارے حضرت ثاقب صاحب مدظلہم ایک خدا رسیدہ صاحب نسبت کاملہ صاحب دل بزرگ ہیں آپ کے خلفاء مریدین مستفیدین رفقاء و شرکاء مجالس میں صحبتِ شیخ کی درجہ بدرجہ تاثیر واضح طور پر محسوس ہوتی ہے حضرت حق جل جلالہ وعم نوالہ اپنی شایانِ شان قبولیت کا معاملہ فرماویں آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

بندہ محمود الحسن مسعودی غفرلہ

جامعہ سیدنا ابوہریرہؓ مظفر آباد آزاد کشمیر

سہ شنبہ پنجم / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

ہدیۂ محبت وخلوص

حضرت شاہین اقبال آثر صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مُجازِ بیعت

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم **محمد اختر** صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم

کسی کا سوز پنہاں ہے کسی کا ساز جاری ہے
سرِ بزمِ سخن سب سامعیں پر وجد طاری ہے

فقط ذوقِ سماعت ہی نہیں محظوظ ہے ہمدم
کلامِ حضرتِ تائبؔ تو کاغذ پر بھی بھاری ہے

نہیں مایوسیوں کی دھند ، ہیں امید کی کرنیں
یقیناً صبح ہونے والی ہے گو رات بھاری ہے

محب محبوب سے بولا تم اپنی قید میں لے لو
یہ قید اضطراری کب ہے ، قیدِ اختیاری ہے

کہا محبوب سے ہم نے تجھے چاہا ہے جی بھر کے
تُو ہو جائے ہمارا بس یہی خواہش ہماری ہے

حقیقت تو یہ ہے تُو نے ہمیں چاہا ہے محبوبی
ہمارا چاہنا بھی اصل میں چاہت تمہاری ہے

جسے دیکھو سنبھل کر باادب بیٹھا ہے محفل میں
مجھے لگتا ہے شاید حضرتِ   کی باری ہے

ملا کرتی ہے ان کی شاعری سے ذوق کو تسکیں
کہ جیسے گھر کے آنگن میں یہ پھولوں کی کیاری ہے

جناب خالد اقبال تائبؔ جونپوری ہیں
مگر اسلوب پر اُن کے اثرؔ لکھنؤ بھی واری ہے

عرضِ حال

حال یہ ہے کہ خالقِ نطق و گویائی نے جو کچھ کہلوایا کہہ دیا
مالکِ لوح و قلم نے جو لکھوایا لکھ دیا
فرامین شریعتِ مطہرہ کے عطا کیے ہوئے
مضامین جامعِ شریعت و طریقت، شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم ادام اللہ و بقاہم سے لیے ہوئے
نہ فکر میری ، نہ خیال میرا ، نہ الفاظ میرے ، نہ ان کا جمال میرا

نام میرا .... عطا اس کی

کتاب میری .... صدا اس کی

اسی کے حضور سراپا دعا ہوں .... مجسم نوا ہوں

؎ کہ اس کی چاہت ہمارے حق میں قبول ہو جائے
ہر ایک کانٹا ہمارے گلشن کا پھول ہو جائے

تائبؔ عفی عنہ
۲۰ ذی الحج ۱۴۳۰ھ

ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	حمد	
۱	ہم نے تجھے چاہا ہے	
۲	ترے ماسوا سے ہم کو جو اچانک چھڑا گئی ہے	۱
۳	ہم جس سے ہیں زندہ وہ ہوا ہے کہ نہیں ہے	۳
۴	وہ جو درد سہہ رہے ہیں تو دوا بھی پا رہے ہیں	۵
۵	وفا مانگی ہے رب سے ہم نے رب کی	۶
		۷
	نعت	
۶	جو پوچھا ہم نے اے چشمِ فلک طائف میں کیا دیکھا	۹
۷	عشقِ نبی ﷺ جو دل میں اُترتا چلا گیا	۱۰
۸	سوال یہ نہیں آقا ﷺ سے کتنی اُلفت ہے	۱۱
۹	جود و سخا کی عادتیں آپ ﷺ پہ ختم ہو گئیں	
۱۰	جن کے صدقے میں ملی شمس و قمر کو روشنی	۱۲
۱۱	اے مدینہ الوداع اب اے مدینہ الوداع	
۱۲	دعائے مصطفیٰ ﷺ فاروقِ اعظم	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	در مدحِ شیخ	۱۳
		۱۴
۱۳	ہم کہاں صحرا کے کانٹے تم کہاں گلشن کے پھول	۱۵
۱۴	بناتے ہیں سب کو اسیرِ محبت	۱۶
۱۵	بابا کی جو کشتی میں ہے ساحل کے لیے ہے	۱۷
۱۶	شرم سے آپ ہی مرجھاتے ہیں گفتار کے پھول	۱۸
۱۷	مرشد نے لُٹائے وہ دعاؤں کے خزانے	۱۹
۱۸	خود آپ اپنے حُسن کی نظریں اتارتے	۲۰
۱۹	گھر سے تیرے آستاں تک آ گئے	۲۱
۲۰	ساقی تری نسبت کی ہم لاج نبھائیں گے	۲۲
۲۱	پھولوں سے خالی رہتا ہے دامن ترے بغیر	
	جہانِ رزم	۲۳
۲۲	ہماری جیت مقرر ہے چاہے جس سے ہو	۲۴
۲۳	آج لکھے کوئی افسانہ کسی کے نام پر	
۲۴	لاج رکھتے نہیں زبانوں کی	

۲۵	ہم نہ کہتے تھے کہ ایسا ہوگا	۲۵
۲۶	بکھر گئے سارے کائنات کے زخم	۲۶
۲۷	لگا دو اُن پہ بھی قدغن تو جانیں	۲۸
۲۸	کچھ زخم تو دنیا کو دکھانے کے لیے ہیں	۲۹
۲۹	مت کریں آپ ہم کو کچھ مت کریں	۳۰
	گوشۂ اطفال	
۳۰	نامِ محمدؐ کام محبت	۳۱
۳۱	ایک دو تین	۳۲
۳۲	بے رنگے اسلام دیا	۳۳
۳۳	امی، ابو، آپی، بھائی	۳۴
۳۴	روشنی بھی ملی، راستہ بھی ملا	۳۵
۳۵	اچھے بچے اگر ہو تو ایسا کرو	۳۶
۳۶	ہے محمدؐ جن کا نام	۳۷
	غزلیات	
۳۷	قیدِ غمِ عشق سے رہائی نہیں دیتا	۳۸
۳۸	صحراؤں کے گلشن ہم کو تو کہنا نہیں آتا	۳۹
۳۹	دل سے اک سیدھی سڑک جاتی ہے	۴۱
۴۰	گلشن ہے اور بہار ہے پھر کس کا انتظار ہے	۴۲
۴۱	پھولوں کے گرد بھنورا کچھ گنگنا رہا ہے	۴۴
۴۲	نظر بچانے کا انتظام دل میں رکھتے ہیں	۴۶
۴۳	میرے دل کی لگی نہیں جاتی	۴۷
۴۴	یوں زمینِ دل کو سینچا کیجیے	۴۸
۴۵	غیر پر نظریں اٹھانا چھوڑ دے	۴۹
۴۶	رستے کا غم اٹھا یہ منزل کو ہم نے جا لیا	۵۰
۴۷	نہیں گو آگ لیکن آگ سی ہے	۵۱
۴۸	جس کا گھر ہے تم اُسے گھر میں بسائے رکھنا	
۴۹	ذوق کا زندگی میں رنگ بھرنا چاہتا ہوں	۵۲
۵۰	شیخ سے فیضیاب ہوتے ہیں	۵۳
۵۱	فیضِ راہبر رسم و رہِ دنیا بدل دیتا	۵۴
۵۲	کچھ نہیں ہے نوازشوں کے سوا	
۵۳	ہر خوشی ہمیشہ کی ہر خوشی ہمیشہ کی	۵۵
۵۴	نام کی تختی سے ڈر پیدا کبھی ہوتا نہیں	۵۶
۵۵	بتوں سے نظریں بچا بچا کر خدا کو دل میں بسا بسا کر	۵۸
۵۶	بتوں سے نظر میری بچنے لگی ہے	۵۹
۵۷	خالقِ دل کو دل دیا ہوتا	۶۰
۵۸	نہ ظلمتوں سے تم الجھو ضیا کے ہوتے ہوئے	۶۱
۵۹	مٹنے کی دھن نہ خود کو مٹانے کی آرزو	۶۳
۶۰	عشقِ حق در ہے اور عقل دیوار ہے	۶۴
۶۱	خراماں خراماں چلا جا رہا ہوں	۶۶
۶۲	جو یہ کہتے ہیں، فیضِ رہبر سے کچھ نہیں ہوتا	۶۷
۶۳	آج ہی چپ ہے اور کبھی چپ ہے	۶۸
۶	زخموں سے دل سجاتے ہیں ہم جان بوجھ کر	۷۰
۶۵	دردِ دل کی دولت ہے چھین کر کوئی دیکھے	
۶۶	پردے میں رہنا مری بہنا	
۶۷	دو لوگ جو رہبر کی اطاعت نہیں کرتے	۷۱
۶۸	خود کو رسمِ جہاں سے گریزاں کیا	۷۲
۶۹	بچی خوشیوں کا زمانہ آئے گا	۷۳
۷۰	رہرو کو تو منزل کی خاطر ہر ناز اٹھانا پڑتا ہے	۷۵
۷۱	آج کے دلکش کول چہرے	۷۷
۷۲	کوئی بھی کام ہو کاربند نہیں	۷۸
۷۳	حج کے سفر پر جانے والو جاتے جاتے سن لو صدا	۷۹
۷۴	عاجز ہیں بیاں سے اہلِ زباں قرآں کی کرامت کیا کہنا	
۷۵	محنت لگی امام بخاری کی پار ہے	
۷۶	شریعت کا ہے راستہ مدرسہ	

۱

ہم نے تجھے چاہا ہے

مسجد میں گھر آنگن میں
صحراؤں میں گلشن میں
شہروں میں کبھی بَن میں

ہم نے تجھے چاہا ہے

موجوں میں کناروں میں
دریاؤں کے دھاروں میں
پت جھڑ میں بہاروں میں

ہم نے تجھے چاہا ہے

درد و غم و درماں میں
گلشن میں بیاباں میں
ہر نفع میں نقصاں میں

ہم نے تجھے چاہا ہے

خوابوں میں خیالوں میں
ظُلمت میں اُجالوں میں
فاقوں میں نِوالوں میں

ہم نے تجھے چاہا ہے

دراصل یہ قصّہ ہے
تُو نے ہمیں چاہا ہے
گو ہم کو یہ لگتا ہے

ہم نے تجھے چاہا ہے

میرے عیبوں کو زمانے سے چُھپا رکھا ہے
حق تعالیٰ نے مرا کام بنا رکھا ہے

ترے ماسوا سے ہم کو جو اچانک چُھڑا گئی ہے
ہمیں لگ رہا ہے اُلفت تری راس آ گئی ہے

تو ہی لاج رکھ رہا ہے مری خوش گمانیوں کی
مری رائیگاں نہ اب تک کوئی اِک دعا گئی ہے

وہ کرم بھی تھا ترا ہی، یہ عطا بھی ہے تری ہی
تجھے یاد آ گئے ہیں، تری یاد آ گئی ہے

نہ قبائے دل کی قیمت مری پوچھ مجھ سے تائبؔ
ابھی خونِ آرزو سے جو نہا نہا گئی ہے

ہم جس سے ہیں زندہ وہ ہوا ہے کہ نہیں ہے
پوشیدہ یہ قدرت کی عطا ہے کہ نہیں ہے

خوشبوئیں اُتر جاتی ہیں جس کی دل و جاں تک
وہ عِطر بھی پھولوں میں بسا ہے کہ نہیں ہے

جو کُھل کے برس جائے تو کہلاتی ہے بارش
گر چُھپ کے گزر جائے گھٹا ہے کہ نہیں ہے

۵

اکثر جو دواؤں کو کیا کرتی ہے نادم
پنہاں دلِ مضطر کی دُعا ہے کہ نہیں ہے

عورت کو جو پردے پہ کیا کرتی ہے مجبور
پوشیدہ وہ آنکھوں میں حیا ہے کہ نہیں ہے

پانی سے ، ہواؤں سے بنا کرتی ہے بجلی
بجلی بھی وہ پابندِ قبا ہے کہ نہیں ہے

جو سیپ میں گرجائے تو بن جاتا ہے گوہر
گوہر بھی وہ بادل میں چُھپا ہے کہ نہیں ہے

مخلوق میں جب اتنی لطافت ہے تو تائبؔ
اب مجھ کو یہ بتلاؤ خدا ہے کہ نہیں ہے

٦

تری راہ کے مسافر

وہ جو درد سہہ رہے ہیں تو دوا بھی پا رہے ہیں
تری راہ کے مسافر ترے گھر کو جا رہے ہیں

ہے ترے کرم سے پالا، ہے قدم قدم اُجالا
دیئے اُن کی چشمِ تر میں کئی جھلملا رہے ہیں

یہ عنایتیں مبارک ، یہ مسافتیں مبارک
تری دُھن میں جا رہے ہیں ترے گیت گا رہے ہیں

وہ طلب میں ہیں خدا کی ، ہے خدا طلب میں اُن کی
وہی لوگ جا رہے ہیں جنہیں وہ بلا رہے ہیں

ے

ترے اِسم کا کرشمہ کہ ہے ساتھ ہی مسمّیٰ
ترا نام لے رہے ہیں ترا قرب پا رہے ہیں

وہ خوشی میں بہتے آنسو جو ہیں غمگسار و دل جو
وہ جو چُھپ نہیں رہے ہیں اُنہیں وہ چُھپا رہے ہیں

زخمی زخمی پاؤں ٹوٹا ٹوٹا دل
پھر بھی ہے امید پالیں گے منزل

وفا مانگی ہے رب سے ہم نے رب کی
ملے کچھ داد اس حُسنِ طلب کی

خدا کی راہ کا غم، غم نہیں ہے
سمجھیے جان ہے عیش و طرب کی

مرض ملتا ہے واں صحّت کی خاطر
نرالی شان ہے اُن کے مطب کی

خدا کا خوف کیا نکلا دلوں سے
ڈراتی ہے بُتوں کی ہم کو بھپکی

غضب بھی مسکرا اُٹھا خدا کا
کہی تائبؔ نے حمد ایسی غضب کی

٩

جو پوچھا ہم نے اے چشمِ فلک طائف میں کیا دیکھا
کہا، دشمن کی خو دیکھی، نبیؐ کا حوصلہ دیکھا

جہانِ رنگ و بو کو جس قدر سمجھا، سُنا، دیکھا
مرے سرکارؐ تم جیسا نہ کوئی دوسرا دیکھا

خوشا اسلام جیسا دیں، خوشا آقا سا پیغمبرؐ
"نہ ایسی رہ گزر دیکھی نہ ایسا رہنما دیکھا"

زیارت اُنؐ کے روضے کی بھی کچھ کم تو نہیں، لیکن
زہے قسمت کہ جس نے نقشِ پائے مصطفیٰؐ دیکھا

عشقِ نبی ﷺ جو دل میں اُترتا چلا گیا
سنّت کا نُور رُخ پہ بکھرتا چلا گیا

کرتا گیا میں محسنِ انسانیت ﷺ کی نقل
احسان اپنے آپ پہ کرتا چلا گیا

جیتا رہا میں عشقِ نبی کے طفیل میں
ایک اِک ادائے حُسن پہ مرتا چلا گیا

محبوبِ کائناتﷺ کی خوشیوں کو سوچ کر
میں غم کے راستوں سے گزرتا چلا گیا

پڑھتا رہا میں صبح و مسا آپﷺ پر درود
زخمِ حیات آپ ہی بھرتا چلا گیا

دانشوروں کو سونپ کے فرض ہائے گفتگو
کرنے کے سارے کام میں کرتا چلا گیا

سنّت کے آئینے پہ جو تائبؔ جمی نگاہ
کرتا رہا سنگھار، سنورتا چلا گیا

اِدھر سرکارﷺ جیسی اپنی سیرت ہے نہ صورت ہے
اُدھر کہتے نہیں تھکتے محبّت ہے، محبّت ہے

سوال یہ نہیں آقا ﷺ سے کتنی اُلفت ہے
سوال یہ ہے کہ سنّت سے کتنی رغبت ہے ؟

سوال یہ نہیں بدعت قبیح ہے کتنی
سوال یہ ہے کہ سنّت میں کیا قباحت ہے؟

سوال یہ نہیں دعوے ہمارے کتنے ہیں
سوال یہ ہے کہ دعووں میں کیا صداقت ہے ؟

سوال یہ نہیں طیبہ ہے کتنی دور ابھی
سوال یہ ہے کہ سنّت سے کتنی قربت ہے ؟

سوال یہ نہیں ہم کیسی نعت پڑھتے ہیں
سوال یہ ہے کہ پڑھنے میں کیسی نیّت ہے ؟

سوال یہ نہیں سیرت کا علم ہے کتنا
سوال یہ ہے کہ کس کی بنائی صورت ہے ؟

سوال یہ نہیں ہم اُن پہ مرتے ہیں کتنا
سوال یہ ہے کہ جینے میں بھی اطاعت ہے ؟؟

لاکھ ہو بدعت مزین اور حسیں
سنتوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں

جُود و سخا کی عادتیں آپؐ پہ ختم ہوگئیں
حُسنِ عطا کی دولتیں آپؐ پہ ختم ہوگئیں

مہر و وفا کے باب کا آغاز اس طرح کیا
مہر و وفا کی عظمتیں آپؐ پہ ختم ہوگئیں

حمد و ثنائے حق یہاں ایسی ہوئی نہ آج تک
یعنی خدا کی مدحتیں آپؐ پہ ختم ہوگئیں

خوشبوئے صدق یوں اُڑی جھوٹوں کو ماننا پڑا
صدق و صفا کی نکہتیں آپ ﷺ پہ ختم ہوگئیں

ایسی حیا کہ ناز تھا دوشیزگی کو آپ پر
شرم و حیا کی رفعتیں آپ ﷺ پہ ختم ہوگئیں

چاہے گا اتنی چاہ سے کوئی نہ رب کو پھر کبھی
اہلِ وفا کی چاہتیں آپ ﷺ پہ ختم ہوگئیں

مجھ کو مولا تک پہنچنے کا یہ زینہ چاہیے
کعبہ دل میں بسا شہرِ مدینہ چاہیے

جن کے صدقے میں ملی شمس و قمر کو روشنی
ذکر سے اُن کے ہے حاصل بام و در کو روشنی

آپ ﷺ کے قدموں نے رکھا کہکشاؤں کا بھرم
بخش کر ہر ہر قدم پر رہ گزر کو روشنی

نعت لکھنے کو چراغِ آگہی کافی نہیں
چاہیے اس باب میں فکر و نظر کو روشنی

زاہدِ خشک اس کو کیا سمجھے کہ آخر کس طرح
وہ عطا کرتے ہیں میری چشمِ تر کو روشنی

مدینہ منوّرہ سے
رخصت ہوتے ہوئے

اے مدینہ الوداع اب اے مدینہ الوداع
شہرِ علم و معرفت کا اے خزینہ الوداع

لنگراندازی یہاں کیا جانے پھر کب ہو نصیب
اب جدا ہونے کو ہے اپنا سفینہ الوداع

اب مدینے کی ہے برکت سے مرا دل پاک و صاف
کبر و عجب و بخل و حرص و بغض و کینہ الوداع

ہم نے تو چاہا تھا دو گز تیری مل جائے زمیں
ہے مگر قسمت میں اپنی اور جینا، الوداع

اے مدینہ تجھ میں بس جانے پہ بس چلتا نہیں
ورنہ تائبؔ تجھ کو کہتا پھر کبھی نا الوداع

دعائے مصطفیٰ ﷺ فاروقِ اعظم ؓ
عطائے کبریا فاروقِ اعظم ؓ

قَسم ہے خالقِ شمس و قمر کی
ہیں ظلمت میں ضیا فاروقِ اعظم ؓ

نبی ﷺ فاروقِ اعظم ؓ کے شناسا
نبوت آشنا فاروقِ اعظم ؓ

رہے تائیدِ حق کی رفعتوں میں
ہوئے جب لب کُشا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی ہوتا جو کوئی بعد میرے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کہا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ جس کے نام سے لرزاں تھی دنیا
فقیرِ بے نوا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وفائیں مطمئن جس سے ہیں تائب
وہ مردِ باوفا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہو مقابل کوئی بھی اس سے کیا
فرض آئینہ تو ادا ہوگا

۲۰

ہم کہاں صحرا کے کانٹے تم کہاں گلشن کے پھول
پر تمہارے فیض سے اِک دن رہیں گے بن کے پھول

خوشبوئے جاناں ملا کرتی ہے اُن کی دید سے
یونہی کب چُنتے ہیں آ کر ہم یہاں درشن کے پھول

جونہی ملتی ہے نگاہوں سے نگاہِ باخدا
کِھلنے لگتے ہیں خوشی سے من میں پھر مَن مَن کے پھول

دور والوں کی طلب سے قدر کرنا سیکھیے
بے طلب حاصل ہوئے بیشک ہمیں آنگن کے پھول

چھوڑ کر فکرِ گریباں آپ گلشن آیئے
باغباں ہر دم لٹاتے ہیں یہاں دامن کے پھول

سب تری جانِ غزل کا فیض ہے، انعام ہے
آج تائبؔ جو مہکتے ہیں یہ تیرے فن کے پھول

دیکھا تھا ہم نے صاحبِ گلشن کو اور بس
بھڑکا یا اس نے شوق کے ایندھن کو اور بس

بناتے ہیں سب کو اسیرِ محبّت
دراصل اہلِ دل ہیں سفیرِ محبّت

قریب اہلِ دل کی بھی مٹی وہیں تھی
جہاں سے اُٹھا تھا خمیرِ محبّت

خدا کی محبّت ہمارے دلوں میں
جواں کر رہے ہیں یہ پیرِ محبّت

جو شاہوں کو خاطر میں لاتا نہیں ہے
کوئی لائے ایسا فقیرِ محبّت

جگالو اُسے باضمیروں سے مل کر
کہیں مر نہ جائے ضمیرِ محبّت

مقدّر میں اب کوئی دوجا نہیں ہے
وہ کھینچی ہے تم نے لکیرِ محبّت

کماں اب ترے ہاتھ ہے زندگی کی
چُبھا اس طرح دل میں تیرِ محبّت

بتانِ شوخ سے کہہ دو وہ راستہ ناپیں
ہم اپنے شیخ کی محفل میں آئے بیٹھے ہیں

بابا کی جو کشتی میں ہے ساحل کے لیے ہے
رہبر سے محبّت ہے تو منزل کے لیے ہے

وہ جس نے محبت کی تڑپ ہم کو عطا کی
بس ہم کو تڑپ اِک اُسی بسمل کے لیے ہے

وہ دِل کہ جہاں خالقِ دِل بستے ہیں آ کر
آنکھوں کی حفاظت تو اُسی دِل کے لیے ہے

کم عقل کو ملتی ہی نہیں عشق کی توفیق
یہ عشقِ رہِ حق ہے جو عاقل کے لیے ہے

شرم سے آپ ہی مرجھاتے ہیں گفتار کے پھول
گلشنِ شیخ میں کِھلتے ہیں وہ کردار کے پھول

راہِ حق میں جو چُبھیں خار تو گُل رشک کریں
کون افضل ہے بتاؤ یہ تمھِیں، خار کہ پھول ؟

بر سرِ راہ بُتوں کو نہیں دیکھا کرتے
آ کے چُنتے ہیں وہ گلشن میں جو دیدار کے پھول

پھول گلشن میں کِھلا کرتے ہیں صحرا میں نہیں
اور جو کِھلتے بھی ہیں صحرا میں تو بیکار کے پھول

اُن کو محبوب بنایا ہے تو غم کا کیا غم
چھیڑتے ہیں وہ کبھی یونہی ہمیں مار کے پھول

مُرشد نے لُٹائے وہ دعاؤں کے خزانے
حاصل ہیں ہمیں دھوپ میں چھاؤں کے خزانے

آلودگی و حبس کے موسم میں ہیں بخشے
مولا نے ہمیں تازہ ہواؤں کے خزانے

گو اپنی خطاؤں سے تو باز آئے نہ لیکن
ہم پر نہ ہوئے بند عطاؤں کے خزانے

وہ خونِ تمنّا کی دیے جاتے ہیں توفیق
ہم لُوٹ لیں رنگین قَباؤں کے خزانے

اِک شاہ سے نسبت کی کرامت ہے یہ تائبؔ
خالی نہیں ہوتے ہیں گداؤں کے خزانے

خود آپ اپنے حُسن کی نظریں اتارتے
ملتے جو ہم نہ شیخ سے شیخی بگھارتے

دشمن ہے نفس یہ تو ہمیں اب پتہ چلا
جب نفس دوست تھا تو اُسے کیسے مارتے

مولیٰ جو باخدا سے نہ ملتا تو باخدا
لیلیٰ حُسن و عشق کی زُلفیں سنوارتے

ہوتا نہ گر بڑوں سے تعلق تو ہم سبھی
بچوں کی طرح کھیل میں عمریں گزارتے

تائبؔ بُتوں کو جیت کے لانے کی فکر میں
دِل ہارتے کبھی تو کبھی جان ہارتے

گھر سے تیرے آستاں تک آ گئے
ہم زمیں سے آسماں تک آ گئے

ہم جہاں تک سوچ بھی سکتے نہ تھے
چلتے چلتے ہم وہاں تک آ گئے

اپنی خوشیوں کی رُتوں کو چھوڑ کر
موسمِ آہ و فغاں تک آ گئے

ہم جہانِ بے اماں سے لوٹ کر
شکر ہے جائے اماں تک آ گئے

سرد آہیں ہوگئیں اپنی قبول
ہم دلِ آتش فشاں تک آ گئے

حُسنِ فانی کے جمعہ بازار سے
عشقِ حق کی ہم دکاں تک آ گئے

الغرض تائبؔ بفیضِ عشقِ حق
دھوپ سے ہم سائباں تک آ گئے

ساقی تری نسبت کی ہم لاج نبھائیں گے
مے عشقِ حقیقی کی پئیں گے پلائیں گے

دیوانہ بنیں گے اور دیوانہ بنائیں گے
فرزانوں کو جینے کے آداب سکھائیں گے

اللہ نے چاہا تو خشکی کے تدارک کو
زاہد بھی مےِ حق سے آ آ کے نہائیں گے

پیمانۂ عبدیت چھلکے گا خود آنکھوں سے
پیمانوں میں زاہد کو اس طرح ڈبائیں گے

ہم تیری دعاؤں سے احباب کے سینوں میں
عشقِ غمِ مولا کی اِک آگ لگائیں گے

اس آگ کی ٹھنڈک کو تائبؔ یہی فرزانے
مطلوب بتائیں گے محبوب بنائیں گے

مجھے وہ ظرف ہو عطا کہ بات بنی رہے سدا
ہو مجھ میں اتنا حوصلہ کہ بات بنی رہے سدا

پھولوں سے خالی رہتا ہے دامن ترے بغیر
صحرا کی طرح لگتا ہے گلشن ترے بغیر

دوڑے ہے کاٹنے کو خدا کی قسم یہاں
کمرہ ترے بغیر یہ آنگن ترے بغیر

خانہ پُری تو ہوتی ہے معمول کی مگر
رہتا ہے سرد عشق کا ایندھن ترے بغیر

ویسے بھی روز آنکھیں دِکھاتا ہے ہم کو نفس
ہوتا ہے اور شیر وہ دشمن ترے بغیر

گو شعر و شاعری بھی ہوا کرتی ہے مگر
کتنا یتیم لگتا ہے یہ فن ترے بغیر

ہماری جیت مقرّر ہے چاہے دیر سے ہو
شکست تیرا مقدّر ہے چاہے دیر سے ہو

اُچھل اُچھل کے جو قد کو بڑھا رہے ہیں ، سُنیں
ہمیں ہی ہونا قدآور ہے چاہے دیر سے ہو

یہ طے ہے عقل کے بندے ہی سرنگوں ہوں گے
یہ اہلِ عشق کو اَزبر ہے چاہے دیر سے ہو

یقیں کی فتح ہے وہم و گماں کی ہار اس میں
نہ شبہ ذرّہ برابر ہے چاہے دیر سے ہو

تُو جنگ ہار مگر ہمتیں نہ ہار اے دوست
تجھے ہی ہونا سکندر ہے چاہے دیر سے ہو

لاکھ لکھّے کوئی افسانہ کسی کے نام پر
ہم حقائق ہی لکھیں گے شاعری کے نام پر

ہم اسے جہلِ مرکب کے سوا اور کیا کہیں
جہل کی تعلیم دینا آگہی کے نام پر

رو یئے عقل و خرد کی موت پر جی کھول کر
قتل و خوں برپا ہے امن و آشتی کے نام پر

ہاتھ رکھ کر دل پہ سوچیں کیا کُھلا دھوکہ نہیں
تیرگی تقسیم کرنا روشنی کے نام پر

راہزن کو چھوڑیئے یاں رہبرانِ قوم تک
بانٹتے ہیں موت اکثر زندگی کے نام پر

تیرہ و تاریک کردی اُس نے صبحِ زندگی
شام اِک بخشی تھی شامِ سرمئی کے نام پر

دھوئیں گے کیا رہرووں کی دوریِ منزل کے داغ
جو بذاتِ خود ہیں دھبّہ رہبری کے نام پر

اب خدا سمجھے گا تائبؔ ان بتانِ سنگ سے
دے رہے ہیں غم مسلسل جو خوشی کے نام پر

لاج رکھتے نہیں زبانوں کی
بات کرتے ہیں آسمانوں کی

دل میں ہے اقتدار کی خواہش
لب پہ ہمدردیاں کسانوں کی

ہم ہیں لہو و لعب کے دلدادہ
فکر ہو خاک امتحانوں کی

حرص در آئی ہے مکینوں میں
اے خدا خیر ہو مکانوں کی

کل مجاہد تھے آج دہشت گرد
مہربانی ہے مہربانوں کی

کیوں سنی کو نہ اَن سنی کردوں
کیا حقیقت ہے داستانوں کی

بےضمیروں کی بےضمیری ہے
تاب تک نہیں دی اڑانوں کی

جانباز تھے جانباز ہیں جانباز رہیں گے
ہم باز صفت مائلِ پرواز رہیں گے

ہم نہ کہتے تھے کہ ایسا ہوگا
وہ پرایا ہے پرایا ہوگا

یہ تو ہوگا اُسے گا ہے گا ہے
اب وفا یاد دلانا ہوگا

بے نیازی کا گِلہ رہنے دے
تیرے شکوے سے اُسے کیا ہوگا

اب بھی لَوٹ آ کہ ابھی وقت ہے ، پھر
لَوٹنے کا بھی نہ رستہ ہوگا

تو نے اپنوں سے نگاہیں پھیریں
کیوں نہ غیروں میں تماشہ ہوگا

وہ تو ہے ناز سراپا اُس کو
ناز جس رُخ سے ہو زیبا ہوگا

تیرگی حد سے بڑھی گر تائبؔ
تیرا سایہ بھی نہ اپنا ہوگا

منہ حقائق سے وہ اپنا موڑ کر
خوش ہے کتنا آئینے کو توڑ کر

بھر گئے سارے کائنات کے زخم
گر ہرے ہیں تو تیری بات کے زخم

وائے اپنائیت تری اے دوست
ہائے وہ تیرے التفات کے زخم

اب بھی ٹوٹا نہیں حصار ترا
اب بھی تازہ ہیں تیری گھات کے زخم

جب کبھی دوستوں کی بات چلی
یاد آئے نوازشات کے زخم

جیت کا تذکرہ نہ کر ناداں
رسنے لگتے ہیں اور مات کے زخم

حرف در حرف درد قوم کا ہے
زیبِ قرطاس کب ہیں ذات کے زخم

پھر کسی غزنوی کی یاد آئی
پھر کوئی بھولا سومنات کے زخم

کچھ اصول عالمی ہوتے ہیں مگر
بات کچھ ظرف کی، غیرت کی ہے

لگادو اُن پہ بھی قدغن تو جانیں
یہ نالے عرش تک جاکر رہیں گے

جُھکیں گے غیر کے آگے بھلا کیوں
کشادہ دل ، کشیدہ سر رہیں گے

جو موسم کے یہی تیور رہیں گے
عنادِل باغ میں کیونکر رہیں گے

جہاں ہو باغباں گُلچیں کے حق میں
وہاں گُل خاک شاخوں پر رہیں گے

جو دَم صیّاد کا بھرتے ہیں سن لیں
وہ طائر بیدم و بے پر رہیں گے

کہا سچ اور لکھا حق ہم نے تائبؔ
یہ الزامات ہمارے سر رہیں گے

آج پھر اپنوں سے دھوکہ کھا گئے
آج پھر غیروں سے شرمانا پڑا

کچھ زخم تو دنیا کو دِکھانے کے لیے ہیں
کچھ روگ ہیں ایسے جو چُھپانے کے لیے ہیں

جو رنج و الم غیر سے ملنے ہیں ملیں گے
کچھ زخم تو اپنوں سے بھی کھانے کے لیے ہیں

ہر زخمِ دل و جاں سے یہ آتی ہیں صدائیں
کیا ہم ہی فقط اُن کے نشانے کے لیے ہیں

جو دَم صیّاد کا بھرتے ہیں سن لیں
وہ طائر بیدم و بے پر رہیں گے

کہا سچ اور لکھا حق ہم نے تائبؔ
یہ الزامات ہمارے سر رہیں گے

آج پھر اپنوں سے دھوکہ کھا گئے
آج پھر غیروں سے شرمانا پڑا

کچھ زخم تو دنیا کو دکھانے کے لیے ہیں
کچھ روگ ہیں ایسے جو چھپانے کے لیے ہیں

جو رنج و الم غیر سے ملتے ہیں ملیں گے
کچھ زخم تو اپنوں سے بھی کھانے کے لیے ہیں

ہر زخمِ دل و جاں سے یہ آتی ہیں صدائیں
کیا ہم ہی فقط اُن کے نشانے کے لیے ہیں

بہنے کے لیے خون ہمارا ہی رہا ہے
کیا خون ہمارا وہ بہانے کے لیے ہیں

رہ جائیں گے ہم ہاتھ ہی ملتے کہ اُدھر غیر
تیار ہمیں ہاتھ دِکھانے کے لیے ہیں

جانیں رہِ جاناں میں جو جائیں تو میں جانوں
جانیں تو بہرحال یہ جانے کے لیے ہیں

فرزانوں کو یہ علم نہیں ہے ابھی تائبؔ
کچھ اور قوانین دِوانے کے لیے ہیں

مت کریں آپ ہم کو اچھا مت کریں
کم سے کم زخموں کو گہرا مت کریں

ڈھونڈیے بیشک علاجِ دردِ غم
زہر سے لیکن مداوا مت کریں

عقل سے جو چاہیں اپنی کام لیں
آپ مُردوں کو مسیحی مت کریں

وہ مداری ہے بَلا سے ہم کو کیا
آپ تو خود کو تماشہ مت کریں

کوئی چال اُس کی سمجھ آتی نہیں
خود کو اب اِتنا بھی سادہ مت کریں

خود سے بھی چل کر دِکھائیں دو قدم
ہر قدم پر اُن کو دیکھا مت کریں

وہ جو کہہ دے حرفِ آخر ہو وہی
بے زباں اب خود کو اتنا مت کریں

چَٹ نہ کر جائے وہ بھوکا بھیڑیا
آپ خود کو اتنا میٹھا مت کریں

منزلِ خود ساختہ کی حرص میں
قوم کو محرومِ جادہ مت کریں

ملک تو گروی رکھا ہے آپ نے
اب ضمیروں کا تو سودا مت کریں

دشمنِ جاں کو بنا کر ناخدا
آپ ساحل کی تمنّا مت کریں

تائبِ نادان سمجھا دیجیے
مسئلے کو صرف سوچا مت کریں

نام محمد ﷺ کام محبت
صبح محبت شام محبت

ہم سب جن کے کہلاتے ہیں
ہے اُن کا پیغام محبت

اُن کے ہی رستے پر چل کر
ہم بھی کردیں عام محبت

عشقِ نبی ﷺ کا دام مبارک
ملتی ہے بے دام محبت

پتّھر گو آغاز میں برسیں
بالآخر انجام محبت

۵۰

ایک دو تین
اللہ کا دین

چار پانچ چھ
پیارا ہے مجھے

سات آٹھ نو
اللہ سے لَو

دس گیارہ بارہ
آخری سہارہ

تیرہ چودہ پندرہ
آگے ساری بند راہ

اللہ اللہ تیری شان

بے مانگے اسلام دیا
ظُلمت میں ہر گام دیا
کیسی بخشش، کیا فیضان
بِن دیکھے تجھ پر ایمان

اللہ اللہ تیری شان

تری عنایت تیرا کرم
ورنہ کس قابل تھے ہم
تیری عطا تیرا احسان
بِن دیکھے تجھ پر ایمان

اللہ اللہ تیری شان

تائبؔ کی بس ہے یہ دعا
ہر خواہش ہو تجھ پہ فدا
تجھ پر واروں قلب و جان
بِن دیکھے تجھ پر ایمان

اللہ اللہ تیری شان

امی، ابو، آپی، بھائی
دنیا ساری کس نے بنائی؟
اللہ نے، ایک اللہ نے
پیڑ اور پودے کس نے اُگائے
کس نے باغیچے مہکائے؟
اللہ نے، ایک اللہ نے
چاند اور سورج کس نے بنائے؟
کس نے بخشے دھوپ میں سائے؟
اللہ نے، ایک اللہ نے
ٹھنڈی ہوائیں، ٹھنڈا پانی
کس نے پیدا کی آسانی؟
اللہ نے، ایک اللہ نے

علم کی کس نے دولت بخشی؟
کس نے عقل کی نعمت بخشی؟
اللہ نے، ایک اللہ نے
تائبؔ کس نے صحّت بخشی؟
کس نے حمد کی فرصت بخشی؟
اللہ نے، ایک اللہ نے

تائبِؔ خستہ ضیائے فکرِ شبیری نہ پوچھ
ذکر نے جس کے ہے پلکوں پر چراغاں کردیا

روشنی بھی ملی، راستہ بھی ملا
آپ ﷺ آئے تو ہم کو خدا بھی ملا

اچھی باتیں ہمیشہ بتاتے رہے
نیک رستوں پہ سب کو چلاتے رہے

لوگ باتیں بناتے، اُڑاتے رہے
آپ ﷺ اپنے فرائض نبھاتے رہے

کیسے جیتے ہیں اس کا طریقہ دیا
کیسے مرتے ہیں، اس کا سلیقہ دیا

کس طرح اپنے رب کی عبادت کریں
کیسے مخلوق میں رہ کے خدمت کریں

کون سا کام اچھا ہے، کیا ہے بُرا
سب کو تفصیل سے خُوب سمجھا دیا

اُن کا پیغام تو عام تھا، عام ہے
ہم سب اس پر عمل اب ترا کام ہے

اچھے بچے اگر ہو تو ایسا کرو
نیک لوگوں میں کچھ دیر بیٹھا کرو

گندے بچوں سے ملنا ابھی چھوڑ دو
یا تو اُن کو بھی اچھوں سے تم جوڑ دو

دوستی کے لیے اچھے بچے چُنو
جو بُرے ہیں، نہ ہرگز تم اُن سے ملو

اچھی مجلس میں تم آنا جانا رکھو
ایک دو دن نہیں، اِک زمانہ رکھو

۵

دیکھنا ایک دن وہ ضرور آئے گا
دل میں اچھے خیالوں کا نُور آئے گا

نیک ماحول کا کچھ اثر اور ہے
بات تائبؔ کی یہ قابلِ غور ہے

شہر ہائے دل کو میرے جگمگانے کے لیے
ایک تارہ زیرِ مژگاں جھلملا کر رہ گیا

ہے محمد ﷺ جن کا نام
اُن کی عظمت کو سلام

اُن کا اُونچا ہے مقام
ہیں وہ نبیوں کے امام

جو کہیں وہ، ہم کریں
وہ ہیں آقا، ہم غلام

وہ ہیں خوش، اللہ خوش
ہو چکا اعلانِ عام

نعت تو سب لکھ گئے
پیروی ہے اصل کام

قیدِ غمِ عقبیٰ سے رہائی نہیں دیتا
اپنوں کو خدا چیز پرائی نہیں دیتا

بینا ہو تو جگنو کی چمک راہ سُجھا دے
اندھے کو تو سورج بھی دِکھائی نہیں دیتا

باہر کی اِک آواز پہ جو چونک پڑیں گے
اندر کا اُنہیں شور سنائی نہیں دیتا

رہبر کی کرامت ہے، خدا ورنہ ہر اِک کو
ذوقِ طلبِ آبلہ پائی نہیں دیتا

در پر ترے فریاد کی لذّت وہ ملی ہے
تائبؔ کبھی غیروں کی دُہائی نہیں دیتا

صحراؤں سے گلشن ہم کو تو گانا نہیں آتا
گلشن کے سوا کوئی ترانہ نہیں آتا

جو بات ہے دل میں وہی آتی ہے زباں پر
یہ بات حقیقت ہے فسانہ نہیں آتا

اے جانِ سخن آپ کی تعلیم کے صدقے
دنیا سے حقائق کو چھپانا نہیں آتا

دل اپنے کے اپنوں پہ نہ آئے تو کرے کیا
غیروں پہ تو دل کو مرے آنا نہیں آتا

ملتے جو نہ تم پاک ہی ہم خود کو سمجھتے
خونِ غمِ حسرت سے نہانا نہیں آتا

صحرا سے تری آہ اُسے کھینچ کے لائی
گلشن کی طرف ورنہ دِوانہ نہیں آتا

لب سے اُن کے ملنے کی جب دعا گزرتی ہے
پھر نہ پوچھے اُس دم دل پہ کیا گزرتی ہے

دل سے اک سیدھی سڑک جاتی ہے
منزلِ حق سے جو ملاتی ہے

آپ جس کو رہِ سلوک کہیں
راس بس اہلِ دل کو آتی ہے

یعنی وہ شاہراہِ عشقِ خدا ......
شہسواری کے گر سکھاتی ہے

کر کے حُسنِ بتاں سے دُور ہمیں
عشقِ حق کے قریب لاتی ہے

کر کے تاریک نفس کا عالم
دِل کی دنیا کو جگمگاتی ہے

اپنے رہرَو کے عزم و ہمّت کو
گاہے گاہے وہ آزماتی ہے

چلنے والوں سے کہتی ہے شاباش !
رُکنے والوں سے روٹھ جاتی ہے

مسافر کو ہو پیش و پس بھلا کیوں
جو رستہ ہے تو زیر و بم تو ہوگا

گلشن ہے اور بہار ہے پھر کس کا انتظار ہے
موسم بھی خوشگوار ہے پھر کس کا انتظار ہے

فانی بتوں پہ ہم مریں چاہے خدا پہ جان دیں
جب ہم کو اختیار ہے پھر کس کا انتظار ہے

نفسِ لعیں کا زیغ ہے حکم خدا کی تیغ ہے
گردن ہے اور وار ہے پھر کس کا انتظار ہے

شیطاں سے ہے ٹھنی ہوئی ایماں پہ ہے بنی ہوئی
میدانِ کارزار ہے پھر کس کا انتظار ہے

اُن کے غموں کے سامنے اپنی ہر اِک خوشی خزاں
غم ایسا پُر بہار ہے پھر کس کا انتظار ہے

انجام اُس کے ہاتھ ہے جو تیرے ساتھ ساتھ ہے
آغاز شاندار ہے پھر کس کا انتظار ہے

تائبؔ خوشی کو چھوڑ دے دل ٹوٹتا ہے توڑ دے
غم وجہِ افتخار ہے پھر کس کا انتظار ہے

نگاہِ عشق نے دیکھی نہیں گو یار کی صورت
طوافِ حسن میں رہتی ہے وہ پرکار کی صورت

پھولوں کے گرد بھنورا کچھ گنگنا رہا ہے
کیسا ہوس کا مارا اُلفت جتا رہا ہے

دل پر گزر رہی ہے چہرہ بتا رہا ہے
اِک رنگ آ رہا ہے اِک رنگ جا رہا ہے

کہتا ہے عشق سا کچھ اب ہو گیا ہے تم سے
دھوکے میں آ رہا ہے دھوکے میں لا رہا ہے

تم حُسن کی ہو دیوی تم حُور ہو پری ہو
خود ننگِ خر ہے لیکن اُلّو بنا رہا ہے

کہتا ہے فاصلوں کا گھٹنا ہے اب ضروری
کس کس طرح سے دیکھو پینگیں بڑھا رہا ہے

وعدہ ہے آسماں سے تارے بھی لائے گا وہ
فی الوقت راستے میں پلکیں بچھا رہا ہے

وہ دیکھو بڑھ رہا ہے کس طرح گُل کی جانب
دعوے تھے کیسے کیسے کیا گُل کِھلا رہا ہے

رس چُوس کر وہ تائبؔ یوں کہہ رہا ہے گُل سے
اب تجھ میں کیا رہا ہے اب تجھ میں کیا رہا ہے

نظر بچانے کا انعام دل میں رکھتے ہیں
حلاوتوں سے بھرا جام دل میں رکھتے ہیں

نظر کو رکھتے ہیں اپنی لگام میں جو لوگ
مزہ عجیب وہ ہر گام دل میں رکھتے ہیں

خدائے حُسن دلوں میں نہ ہو تو ایسے لوگ
بُتوں کا حُسنِ سیہ فام دل میں رکھتے ہیں

وہ جن کو ایک خدا پر یقیں نہیں ہوتا
ہزار طرح کے اوہام دل میں رکھتے ہیں

بتاؤ ایسوں کا جینا حرام ہے کہ نہیں
خدا کو چھوڑ کے جو رام دل میں رکھتے ہیں

خوشا نصیب وہی میں غزل میں کہتا ہوں
بہت سے لوگ جو پیغام دل میں رکھتے ہیں

خوشا ہم اپنی خوشی سے ہوئے ہیں یوں تائبؔ
اب اُن کی راہ کے آلام دل میں رکھتے ہیں

میرے دل کی لگی نہیں جاتی
تیرے غم کی خوشی نہیں جاتی

خوشیِ زیست ہیں مرے دل میں
میری زندہ دلی نہیں جاتی

دل کی آنکھوں سے تجھ کو کیا دیکھا
قلب سے روشنی نہیں جاتی

۷۱

خواہشیں جب سے ہوگئیں ویراں
رونقِ زندگی نہیں جاتی

وہ نگاہوں سے دور ہیں پھر بھی
دل کی وارفتگی نہیں جاتی

دل میں حُسنِ ازل کے جلوے ہیں
لذّتِ عاشقی نہیں جاتی

چوٹ کھائے ہوئے زمانہ ہوا
زخم کی تازگی نہیں جاتی

یوں زمینِ دل کو سینچا کیجیے
کیجیے خونِ تمنّا کیجیے

بڑھ کے منزل تھام لے گی آپ کو
آپ چلنے کا ارادہ کیجیے

عشقِ حق کے عمر بھر رہیے مریض
اس طرح سے خود کو اچھا کیجیے

طالبِ دنیا تو ہوتے ہیں بہت
خود کو ہاں مطلوبِ دنیا کیجیے

دل حسینوں سے بچے گا خود بخود
آپ نظریں تو بچایا کیجیے

ہر چمکتی چیز سونا تو نہیں
شے کی اصلیت بھی دیکھا کیجیے

بچپنے میں بچپنا اچھا نہیں
تائبِ نادان توبہ کیجیے

مسکراہٹ جو چشمِ تم میں ہے
کوئی تو بات تیرے غم میں ہے

غیر پر نظریں اُٹھانا چھوڑ دے
مُفت میں جی کو جلانا چھوڑ دے

جس گلی میں گُل ہوں تقویٰ کے چراغ
اُس گلی سے آنا جانا چھوڑ دے

بے نیازی سیکھ اے عبدالصمد
تُو بُتوں کے ناز اُٹھانا چھوڑ دے

۷۵

تیرے جیسے کتنے آئے اور گئے
اپنا تقوی آزمانا چھوڑ دے

دل میں اے دِل اپنے خالق کو بسا
اب غیرے پر تو آنا چھوڑ دے

حملہ کردے نفس پر مردانہ وار
عادتیں اپنی زنانہ چھوڑ دے

صاحبِ گلشن کا اپنا لے مزاج
ورنہ تُو تب آشیانہ چھوڑ دے

رستے کا غم اُٹھالیا منزل کو ہم نے جالیا
بُت سے نظر بچالیا دل میں خدا کو پالیا

کرکے بصارتیں فِدا ہم کو بصیرتیں ملیں
سوچ خدا کو کیا دیا دیکھ خدا سے کیا لیا

باقی تمام چوٹیاں چھوٹی ہیں بس تو یوں سمجھ
نظریں بتوں سے کیا بچیں سَر کرلیا ہمالیہ

نظروں سے جام غیر کا پینے سے پیاس بڑھ گئی
پیاس بجھی نہیں یونہی مفت میں دل جلا لیا

صبح سے شام تک جو ہو حُسنِ بتاں کی تاک میں
نکلے گا اُس کے کیوں نہ پھر اخلاق کا دیوالیہ

کہتا ہے کچھ لیا نہیں، کہتا ہے کچھ دیا نہیں
دیکھا تھا کس نے تو یہ ہے نشاں سوالیہ

شیخ کا فیض دیکھیے تائبؔ نے اپنے قلب سے
نقشِ بتاں مٹا دیا یادِ خدا جما لیا

نہیں گو آگ لیکن آگ سی ہے
جو میرے خانۂ دل میں لگی ہے

ملا وہ بحرِ عشقِ حق سے قطرہ
کہ اب تک موج میں دریا دلی ہے

کریں زندہ حقیقی سے محبت
جو کہتے ہیں محبت زندگی ہے

غمِ دنیا نگل جاتا ہے پَل میں
غمِ جاناں عصائے موسوی ہے

یہ قرطاس و قلم کی ہے سعادت
سمجھتا ہے زمانہ شاعری ہے

بلا عنوان در آیا ہے دل میں
پرانا درد ہے شدت نئی ہے

یہاں ہے ہر قدم پر آزمائش
یہ تائبؔ شاہراہِ عاشقی ہے

جس کا گھر ہے تم اُسے گھر میں بسائے رکھنا
خانۂ دل میں نہ مہمان پرائے رکھنا

محفلِ زیست حسیں ہوتی چلی جائے گی
تم انہیں بزمِ تصور میں سجائے رکھنا

اپنی آنکھوں سے نظر آئے گا پستی میں کمال
سامنے بت ہوں تو نظروں کو جھکائے رکھنا

یہ نہیں ہے کوئی خواہش ہی نہ اُبھرے دل میں
صرف اتنا ہے کہ خواہش کو دبائے رکھنا

اے خدا غیر کا بننے نہیں دینا ہم کو
تم تو اپنے ہو ہمیں اپنا بنائے رکھنا

وفا کا زندگی میں رنگ بھرنا چاہتا ہوں
خدا پر روز جینا روز مرنا چاہتا ہوں

وہ جس کی نقل پر خود اصل کو بھی پیار آئے
میں اُس کی نقل صبح و شام کرنا چاہتا ہوں

گناہوں کے میں دلدل میں دھنسا جاتا ہوں کب سے
سو اب اِک جَست میں فوراً اُبھرنا چاہتا ہوں

گزاروں زندگی اپنی گناہوں سے میں بچ کر
میں تیری ذات سے بس اتنا ڈرنا چاہتا ہوں

میں تائب ہوں مری توبہ مکمل یوں ہی ہوگی
میں اپنے شیخ کے قدموں میں مرنا چاہتا ہوں

شیخ سے فیضیاب ہوتے ہیں
طفل تب رشکِ شاب ہوتے ہیں

خالقِ گل سے رابطے کے سبب
خار رشکِ گلاب ہوتے ہیں

صورتاً کچھ بُجھے بُجھے چہرے
سیرتاً آفتاب ہوتے ہیں

غیر محرم تو غیر ہیں اور غیر
لائقِ اجتناب ہوتے ہیں

جو گزرتے ہیں بھول کر تجھ کو
ایسے سے عذاب ہوتے ہیں

صرفِ اوقات بے حساب جو ہوں
قابلِ احتساب ہوتے ہیں

چند لمحے بھی اہلِ دل کے حضور
باعثِ انقلاب ہوتے ہیں

بفیضِ راہبر رسم و رہِ دنیا بدل دینا
حسینوں کو جو آتا دیکھنا رستہ بدل دینا

بفیضِ عشقِ حق دنیا کو خاطر میں نہیں لانا
تم اپنی زندگی کا اس طرح نقشہ بدل دینا

امانت میں خیانت ہے کہ یوں تو زہر اُگلتے ہیں
جو باتیں ہوں حسینوں سے تو پھر لہجہ بدل دینا

ابھی تو صرف ہم نے اپنے کچھ آداب بدلے ہیں
ابھی پڑتا ہے دیکھو راہ میں کیا کیا بدل دینا

کریں کیا اپنی آنکھیں دیکھتی ہیں بس وہیں تائبؔ
جہاں آساں ہوا ہے ذوقِ نظارہ بدل دینا

کچھ نہیں ہے نوازشوں کے سوا
ہم پہ تیری عنایتوں کے سوا

باخدا میرے پاس کچھ بھی نہیں
باخدا تیری چاہتوں کے سوا

اہلِ دنیا کو آزمایا ہے
کچھ نہ پایا شکایتوں کے سوا

کوئی محرم نہیں اداؤں کا
آئینے کی نزاکتوں کے سوا

اور کوئی نہیں علاج ترا
قیس سن لے جراحتوں کے سوا

سر خوشی ہمیشہ کی ہر خوشی ہمیشہ کی
جلد ملنے والی ہے زندگی ہمیشہ کی

پھر کبھی اندھیروں میں کوئی گُم نہیں ہو گا
اس طرح سے پھیلے گی روشنی ہمیشہ کی

ہم جو مر گئے پھر بھی عشق جاوداں ہوگا
ہے ہماری مولا سے عاشقی ہمیشہ کی

فضلِ حق تعالیٰ سے ہم نے منتخب کی ہے
رنج عارضی سہہ کر ہر خوشی ہمیشہ کی

دوسروں کے ہنسنے پر مسکرادیا کرنا
چاہتے ہو ہونٹوں پر گر ہنسی ہمیشہ کی

یونہی خُلد میں بھی ہوں میں غزل سرا تائبؔ
میں نے رب سے مانگی ہے شاعری ہمیشہ کی

جب بھی ملتی ہے اُن کے غم کی خوشی
پوچھ مت قلبِ محترم کی خوشی

نام کی تختی سے در اپنا کبھی ہوتا نہیں
گھر بنا لینے سے گھر اپنا کبھی ہوتا نہیں

ہے زیادہ سے زیادہ عارضی جائے پناہ
چند روزہ مستقر اپنا کبھی ہوتا نہیں

آج ہم ہیں سائے میں کل دوسرا ہوگا کوئی
بیج بونے سے شجر اپنا کبھی ہوتا نہیں

جو گلی جاتی نہیں ہے شہرِ جاناں کی طرف
اُس گلی سے اب گزر اپنا کبھی ہوتا نہیں

بُتوں سے نظریں بچا بچا کر خدا کو دل میں بسا بسا کر
میں خود کو بے خود بنا رہا ہوں مئےحلاوت پلا پلا کر

نہ جانے کتنے حسیں نظاروں کو مات دیتا گزر رہا ہوں
بفضلِ مولا بفیضِ رہبر میں اپنی پلکیں جُھکا جُھکا کر

خدا اُسے پاک و صاف کردے گناہ سے گر تو کیا تعجب
جو روز چلتا ہو خونِ حسرت سے راستوں میں نہا نہا کر

کبھی ہے جلوت میں ذکر اُن کا کبھی ہے خلوت میں یاد اُن کی
میں پی رہا ہوں مئےمحبّت دِکھا دِکھا کر چُھپا چُھپا کر

اِدھر ہے حُسنِ ازل پہ نظریں اُدھر حسینوں کو دیکھتا ہے
وہ کتنا محروم ہے جو تائبؔ گنوا رہا ہے کما کما کر

بُتوں سے نظر میری ہٹنے لگی ہے
مجھے اہلِ دل کی نظر لگ گئی ہے

جہاں دیکھتا تھا وہیں دیکھتا ہوں
کرم ہے خدا کا دُعا شیخ کی ہے

نظر ہے مری خالقِ زندگی پر
مزے میں مری زندگی کٹ رہی ہے

حلاوت جھلکتی ہے شعروں سے میرے
پیاں سالب جو دل کی بھری ہے

بلا سے کوئی مجھ کو پوچھے نہ پوچھے
جو تو ہمنشیں ہے تو پھر کیا کمی ہے

خالقِ دل کو دل دیا ہوتا
آج تُو رشکِ اولیا ہوتا

دل تھا دینا تو اہلِ دل سے کبھی
کم سے کم مشورہ کیا ہوتا

بُت سے اظہارِ عشق سے پہلے
اپنے ہونٹوں کو سی لیا ہوتا

غیر کو پھر پیا نہ کہتے گر
بادۂ عشقِ حق پیا ہوتا

نہ ظلمتوں سے تم اُلجھو ضیا کے ہوتے ہوئے
نظر بُتوں پہ نہ ڈالو خدا کے ہوتے ہوئے

تم اُن کے پاس نہ پھٹکو جو تم کو بھٹکائیں
نہ دشمنوں سے ملو اولیا کے ہوتے ہوئے

پہن کے رہنا ہے ہم کو لباس تقوی کا
برہنہ کیوں ہوں بھلا ہم قبا کے ہوتے ہوئے

ہمارے سر پہ ابھی ہے ہمارے شیخ کا ہاتھ
نہ فکر کیجیے دستِ دعا کے ہوتے ہوئے

خدا کا شکر ہے بیعت ہیں جانِ گلشن سے
گھٹن قریب تو آئے صبا کے ہوتے ہوئے

دراصل تجھ میں حیا کی کمی ہے اے تائبؔ
وگرنہ کارِ گنہ اور حیا کے ہوتے ہوئے !

دوسروں کو تو نہ جانے کیا لگا
تیرے بن گلشن مجھے صحرا لگا

مٹنے کی دُھن نہ خود کو مِٹانے کی آرزو
کرنے چلے ہیں آپ کو پانے کی آرزو

مشہور ہوتے رہتے ہیں جتنا یہ اہلِ دل
کرتے ہیں اتنا خود کو چُھپانے کی آرزو

اِک روز دوسروں میں بڑھائے گی قد ضرور
اپنی نظر میں خود کو گھٹانے کی آرزو

ہے آرزو کہ سب ہی دِوانے ہوں شیخ کے
کیا رنگ لائے دیکھو دِوانے کی آرزو

یہ حوصلہ ہر اِک کا نصیب نہیں ہے دوست
ہے دل کو اُن کے غم سے سجانے کی آرزو

یہ اہلِ دل کا فیض ہے ثاقب، خدا گواہ
ہے خونِ آرزو سے نہانے کی آرزو

سائل ہوں میں ازراہِ کرم مانگ رہا ہوں
خوشیوں کے لیے آپ کا غم مانگ رہا ہوں

عشقِ حق در ہے اور عقل دیوار ہے
قیدیِ نفس کو در ہی درکار ہے

عقل محدود ہے عشق کی حد نہیں
عشق کے سامنے عقل بیکار ہے

عشق کی دُھن الگ عقل کی لے الگ
عشق کو عقل سے کیا سروکار ہے

عقل کی انتہا، عشق کی ابتدا
عقل اِس پار ہے عشق اُس پار ہے

عقل دے گی ڈُبا عشق گر گم ہوا
عشق ساحل ہے اور عقل منجدھار ہے

عشق کے قد کو کیا عقل پہنچے بھلا
عقل سر ہے اگر، عشق دستار ہے

عقل مخلوق تک عشق خالق تک
عقل نادان ہے عشق ہُشیار ہے

خراماں خراماں چلا جا رہا ہوں
ترے غم میں شاداں چلا جا رہا ہوں

مرے ساتھ ہے گلستانوں کا خالق
بصد گل بداماں چلا جا رہا ہوں

ہے ہونا مجھے سرخرو تیرے آگے
کیے خونِ ارماں چلا جا رہا ہوں

میں نشّے میں ہوں مجھ کو کوئی نہ روکے
پیئے خمرِ عرفاں چلا جا رہا ہوں

جسے درد کہتے ہیں لوگ آج کل کے
میں لے کر وہ درماں چلا جا رہا ہوں

محبت کیے جا رہا ہوں میں تجھ سے
کیے خود پہ احساں چلا جا رہا ہوں

یہ مانا وہ مرے قد سے بڑا ہے
مگر سائے کی خود اوقات کیا ہے

جو یہ کہتے ہیں، فیضِ راہبر سے کچھ نہیں ہوتا
انہیں کہہ دو تو پھر یونہی سفر سے کچھ نہیں ہوتا

نظر سے دل کی دنیا تک بدلتے ہم نے دیکھا ہے
بقولِ کم نظر، اہلِ نظر سے کچھ نہیں ہوتا

ہُنر مقبول ہو جائے تو پھر کچھ بات بنتی ہے
وگرنہ تجربہ یہ ہے ہُنر سے کچھ نہیں ہوتا

سبب ہیں مال و زر حاجات کی تکمیل کا، لیکن
مسبّب گر نہ چاہے مال و زر سے کچھ نہیں ہوتا

جہاں سے بھیک ملتی ہے سلاطیں کو وہیں چلیئے
اِدھر سے کچھ نہیں ہوتا اُدھر سے کچھ نہیں ہوتا

جہاں میں جو بھی کچھ ہوتا ہے کچھ کرنے سے ہوتا ہے
اگر سے کچھ نہیں ہوتا مگر سے کچھ نہیں ہوتا

جو چاہتے ہو ہمیشہ بہار میں رہنا
خدا کی یاد کے تم مرغزار میں رہنا
ابھی ملی ہمیں منزل ابھی ملی منزل
ترے نصیب اسی انتظار میں رہنا

آج ہی چاہیے اور ابھی چاہیے
"مسکراؤ اگر زندگی چاہیے"

اہلِ جنّت کی مجلس میں بیٹھا کرو
تم کو جنّت اگر جیتے جی چاہیے

ذاھدِ خشک میں ہو نہ میرا شمار
مجھ کو پلکوں پہ اِتنی نمی چاہیے

وہ جو زندہ حقیقی ہے اُس پہ مریں
زندگی میں اگر زندگی چاہیے

آ کے گلشن میں آپ اہلِ دل سے ملیں
گلشنِ دل میں گر تازگی چاہیے

کیا کہا! تم حسینوں سے بچتے نہیں
پھر تمہیں صحبتِ مرشدی چاہیے

بدنگاہی نہ کر تا بنے خوش گماں
دل میں ایماں کی گر چاشنی چاہیے

زخموں سے دل سجاتے ہیں ہم جان بوجھ کر
پھر اُس پہ مسکراتے ہیں ہم جان بوجھ کر

خوشیوں سے رُوٹھ جاتے ہیں ہم جان بوجھ کر
غم میں خوشی مناتے ہیں ہم جان بوجھ کر

ہوتی ہے روشنی وہ عطا پوچھیئے نہیں
پلکوں کو جگمگاتے ہیں ہم جان بوجھ کر

ہم کو بھی گھور گھور کے آتا ہے دیکھنا
بُت سے نظر بچاتے ہیں ہم جان بوجھ کر

منزل کی ہر قدم پہ ملا کرتی ہے نوید
رستے کا غم اٹھاتے ہیں ہم جان بوجھ کر

چسکا لگا ہے خونِ تمنا کا اس طرح
اس خون میں نہاتے ہیں ہم جان بوجھ کر

ہو آئی ٹی کے ذکر میں بھی آلِ نبیؐ کی یاد
کہ اس کی ہی گرفت ہے جہانِ ہست و بلس پر

درد دِل کی دولت ہے چھین کر کوئی دیکھے
درد میں جو لذّت ہے چھین کر کوئی دیکھے

غیر کی عنایت سے دِل ہوا ہے مُستغنی
آپ کی عنایت ہے چھین کر کوئی دیکھے

مجھ فقیر کے آگے بادشاہ کیا شے ہے
مجھ میں جو وجاہت ہے چھین کر کوئی دیکھے

چَین کے خزانے ہیں قلب کی تجوری میں
کس میں اتنی ہمّت ہے چھین کر کوئی دیکھے

راہ میں حسینوں سے اِک نظر بچانے پر
دِل میں جو حلاوت ہے چھین کر کوئی دیکھے

اپنی ہر خوشی مبغوض ان کا دردوغم محبوب
اپنی اپنی قسمت ہے چھین کر کوئی دیکھے

نگاہِ برق مسلسل ہے تاک میں تائب
کہیں نظر نہ لگے میرے آشیانے کو

پردے میں رہنا مری بہنا
آئیں جو دکھ ہنس کر سہنا

پردے سے وابستہ عفّت
پردے میں پوشیدہ عظمت
پردے کی حکمت کیا کہنا
پردے میں رہنا مری بہنا

رسم کی جس نے اوڑھی ردا
اُس سے گئی پھر شرم و حیا
رُخ پہ ہوا کے مت بہنا
پردے میں رہنا مری بہنا

جتنا سنورنا ہے تُو سنور
ہاں، لیکن اللہ سے ڈر
پردہ ترا زیور گہنا
پردے میں رہنا مری بہنا

کس کے جی میں کیا آئے
اور تُو مجرم کہلائے
خود کو لباس وہ مت پہنا
پردے میں رہنا مری بہنا

بات کی تہہ تک پہنچا ہے
بات یہ تائبؔ کہتا ہے
برقعہ کر کے رکھ تہہ نا
پردے میں رہنا مری بہنا

آئیں جو دکھ ہنس کر سہنا
پردے میں رہنا مری بہنا

وہ لوگ جو رہبر کی اطاعت نہیں کرتے
سچ پوچھیں تو منزل سے محبت نہیں کرتے

ہر غم کو جبھی ہنس کے سہا کرتے ہیں ہم لوگ
ہر اک کو وہ غم اپنا عنایت نہیں کرتے

دل والے کبھی نفس کا سنتے نہیں کہنا
یعنی کبھی دشمن کی حمایت نہیں کرتے

جو لوگ حسینوں سے بچاتے نہیں نظریں
دل جیسی حسیں شے کی حفاظت نہیں کرتے

اللہ کہیں ہم کو بھی وہ دن نہ دِکھائے
ہم قابلِ حیرت پہ بھی حیرت نہیں کرتے

ہو لاکھ حسیں شکل کوئی کِھلتی کلی سی
تائب ہیں کلیسا کی عبادت نہیں کرتے

نہ گرمیوں پہ ہے دعویٰ نہ سردیاں اپنی
ہے میرے شہر کو حاصل ادھار کا موسم

خود کو رسمِ جہاں سے گریزاں کیا
توڑ کر ہم نے گھر اُن کو مہماں کیا

میری دیوانگی تو بہانہ بنی
آپ کے فضل نے کام آساں کیا

تیز ہوتا رہا دردِ دل دن بدن
آپ نے درد کا ایسا دَرماں کیا

آبلے روپڑے اور کہنے لگے
تو نے شوقِ سفر ہم پہ احساں کیا

پھر ضیا پاشیاں اُن کی مت پوچھیے
میں نے پلکوں پہ کیا اک چراغاں کیا

زخمِ حسرت کی تائبؔ جو لذّت چکھی
عمر بھر دل نے کوئی نہ ارماں کیا

طیبہ آتے جاتے کاش ایسا بھی دن آئے کبھی
لوگ یہ کہنے لگیں تائبؔ تو جا کر رہ گیا

سچی خوشیوں کا زمانہ آئے گا
نفس کا جب دِل دُکھانا آئے گا

اہلِ دل سے حوصلہ لے لیجیے
زخم کھا کر مسکرانا آئے گا

موت جب محبوب ہوجائے تو پھر
زندگی کا لُطف اُٹھانا آئے گا

ہم پہ گَر ظاہر رہیں اپنے عیوب
عیب دُوجوں کا چُھپانا آئے گا

ذوق میں تبدیلیاں لے آیئے
عید کے دن غم اُٹھانا آئے گا

رہرو کو تو منزل کی خاطر ہر ناز اُٹھانا پڑتا ہے
رستے میں حسیں نظاروں کو نظروں سے گِرانا پڑتا ہے

ہوتے ہیں خدا کے رستے میں اپنے بیگانے سب دشمن
کبھی نفس مقابل آتا ہے کبھی بیچ زمانا پڑتا ہے

جب دِل، دِل بن جاتا ہے تو پھر لگتی ہے یہ دنیا دلدل سی
ہاں پہلے پہل کچھ دن تک تو دِل کو تڑپانا پڑتا ہے

دِل یونہی نہیں دِل بنتا ہے تا تَب گھر میں بیٹھے بیٹھے
اِک عرصہ صحبتِ صاحبِ دل سالک کو اٹھانا پڑتا ہے

آج کے دِلکش کومل چہرے
کل کے ویراں جنگل چہرے

ایک کہانی ایک فسانہ
سرخی، غازہ، کاجل، چہرے

آج ہیں کاخ و قصر کی زینت
ہوں گے خاک یہی کل چہرے

جاگتی آنکھوں کا ہے دھوکہ
آنکھیں بند اور اوجھل چہرے

آنٹیوں کی اب حیرت سے
تکتے ہیں سب انکل چہرے

عبرت کے ہیں نمونے کیا کیا
رنگ بدلتے پَل پَل چہرے

تائبؔ ڈھونڈو تم قبروں میں
مٹی میں گم صندل چہرے

تقریب نکاح
کے موقع پر کہے گئے اشعار

کوئی بھی کام ہو کارِ دنیا نہیں
ہم مسلماں ہیں کوئی تماشہ نہیں

مسکراہٹ پہ صدقے کہ لے لیں ثواب
مسکرانا بھی مومن کہ ستا نہیں

کھانا پینا ہو یا ہو تجارت یہاں
دین ہی دین ہے کوئی دنیا نہیں

ہر قدم پر ہے منزل کا چین اور سکوں
راہ چل کر ابھی ہم نے دیکھا نہیں

کس طرف کھائی ہے کس طرف شاہراہ
ہم نے پرکھا نہیں ہم نے جانچا نہیں

دیں فقط کیا ہے روزہ نمازوں کا نام
کیا نکاح آپ کے دیں کا شعبہ نہیں

دینداری میں بھی رسمِ دنیا چلی
رسمِ دنیا کو ہم نے مٹایا نہیں

سَو مسائل نمازوں کے پوچھے مگر
کیسے کرتے ہیں شادی یہ پوچھا نہیں

کیسے نقطے مٹائیں یہ شادی سے ہم
شادی کیسے ہو سادی یہ سوچا نہیں

رشتہ داروں کی منت سماجت تو کی
مالک الملک کو ہم نے پوچھا نہیں

سب عزیز و اقارب کو خوش کر دیا
رب جو روٹھا ہے اُس کو منایا نہیں

ہاں مگر اب بھی دنیا میں ایسے ہیں کچھ
جن کا دنیا نے کچھ بھی بگاڑا نہیں

ایسے لوگوں کی تعداد کم ہے ، مگر
چاند کیا بزمِ انجم میں تنہا نہیں ؟؟

حج کے سفر پر جانے والو جاتے جاتے سُن لو صدا
کعبے کا رب دل میں مکیں ہو تب ہے حج کا اصل مزہ

لب سے جب لبیک کہو گے ساتھ پکارے گا دل بھی
حاضر ہوں میں میرے خدا ، میں حاضر ہوں میرے مولا

غیب سے پردہ اُٹھ جائے گا آنکھیں خود شاہد ہوں گی
اہلِ دل پھر دل کی آنکھ سے رب کا جلوہ دیکھے گا

سعی و طواف کی لذّت پاکر دنیا کب یاد آئے گی
آنکھیں ہوں گی ، کعبہ ہوگا اور مطاف سے نظّارہ

قلب و زباں کی دوری اپنا منہ تکتی رہ جائیگی
دل میں خدا کی یاد رہے گی لب پر ہوگا نامِ خدا

بدنظری کی بیماری سے تم کو شفا ہو جائے گی
حُسنِ ازل کے جلوؤں کو جب واں دیکھو گے بے پردہ

ناجائز بوسوں سے اپنے ہونٹوں کو رکھو گے دور
حج کے بعد بھی یاد رہے گا حجرِاسود کا بوسہ

ایسا اُس دَم ہوگا یارو جب تم اہلِ دل ہوگے
اہلِ دل سے مل کر تم کو اہلِ دل بننا ہوگا

سینے میں تو دل ہیں سب کے لیکن اہلِ دل کم ہیں
تائبؔ کی مانو تو حج سے پہلے کر لو یہ سودا

عاجز ہیں بیاں سے اہلِ زباں قرآں کی کرامت کیا کہنا
قرآں کی فصاحت کیا کہنا ، قرآں کی بلاغت کیا کہنا

گمراہ کو جو ہادی کردے ایسا نسخہ اللہ اللہ
مفلس کو غنی کردے پل میں قرآں کی سخاوت کیا کہنا

اندھوں کو عطا ہو بینائی ، بیمار مسیحا بن جائیں
اندازۂ حکمت کیا کہنا ، پیمانۂ صحت کیا کہنا

گر غور و تدبّر ہو پھر تو سبحان اللہ ، ماشاء اللہ
بے سمجھے پڑھیں پھر بھی نیکی قرآں کی تلاوت کیا کہنا

پردیس میں بھول نہ جانا وطن ایسے جینا ایسے مرنا
اِن تیس سپاروں کے خط کا اندازِ نصیحت کیا کہنا

افتتاحِ بخاری شریف
کے موقع پر

محنت لگی امام بخاری کی پار ہے
ہاتھوں میں آج حدیث کے پھولوں کا ہار ہے

پہلی حدیث میں یہ نبی ﷺ کی پکار ہے
اعمال کا نیّت پہ ہی دارومدار ہے

بنیاد ہر عمل کی ہے نیّت پہ دوستو
ہر اِک عمل کے گِرد اِسی کا حصار ہے

حُسنِ عمل کا حُسن ہے نیّت پہ منحصر
نیّت نہ ہو حسین تو پھر گُل بھی خار ہے

زندہ اگر عمل ہے تو نیّت کے فیض سے
ورنہ عمل نہیں وہ عمل کا مزار ہے

شریعت کا ہے راستہ مدرسہ
اندھیروں میں روشن دِیا مدرسہ

یہاں عقل والوں کی چلتی نہیں
سکھاتا ہے عشقِ خدا مدرسہ

فضائیں کہ مسموم ہیں آج کل
ہے ایسے میں بادِ صبا مدرسہ

١٢٦

جنہیں روح کی ہوگی صحّت عزیز
بس اُن کو ہی دے گا شفا مدرسہ

کہو ایرے غیرے سے چپ ہی رہے
کہ اپنوں کا ہے سلسلہ مدرسہ

عمارت کی کچھ شرط اس میں نہیں
غریبوں کا ہے قافلہ مدرسہ

جہاں دین پڑھنا پڑھانا ہوا
وہیں فرش پر بن گیا مدرسہ

میکالے کا منہ کالا ہو حشر میں
ہے جس کے سبب مسئلہ مدرسہ

کوئی شکل دیکھے تو تائب بھی ہو
دِکھاتا تو ہے آئینہ مدرسہ